رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵ | تار کا پتہ:- الفضل قادیان

اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

روزنامہ

الفضل

THE DAILY
ALFAZL QADIAN.

ایڈیٹر:- غلام نبی | قیمت دو پیسے

نمبر ۱۲۵ | مورخہ ۲۳ ذوالحجہ ۱۳۵۳ھ | یوم جمعہ | مطابق ۲۹ مارچ ۱۹۳۵ء | جلد ۲۲

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کا سفر گورداسپور

۹۰ اصحاب حضرت امیر المومنین کے ہاتھ پر بیعت کر کے داخل احمدیت ہوئے

قادیان ۲۷ مارچ۔ آج پھر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ تیسری دفعہ سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کے مقدمہ میں شہادت دینے کے لئے بذریعہ گاڑی گورداسپور تشریف لے گئے۔ چونکہ آج بھی ایک بہت بڑی تعداد میں احباب قادیان سے گورداسپور جانیوالے تھے۔ اس لئے خاص گاڑی کا انتظام کیا گیا تھا۔ جو گذشتہ دو مواقع سے لمبی تھی۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے خدام کے ساتھ تیسرے درجہ میں سفر کیا۔ گورداسپور پہونچکر حضور نے تھوڑی دیر کوٹھی پر قیام فرمایا جہاں ۲۳۔ اور ۲۵ سے بھی بہت زیادہ ضلع گورداسپور اور دور دور سے آنے والے احمدیوں کا اجتماع تھا۔ پھر حضور ساڑھے گیارہ بجے کچہری میں تشریف لے گئے۔ اور شہادت کے ختم ہونے پر ڈیڑھ بجے واپس تشریف لائے۔ کھانا تناول فرمانے کے بعد ظہر و عصر کی نمازیں قصر کر کے پڑھائیں۔

۳ بجے کے قریب کوٹھی کے احاطہ میں جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوت و تبلیغ کی زیر صدارت جلسہ منعقد ہوا جس کا پروگرام جناب مرزا عبد الحق صاحب پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ گورداسپور کی طرف سے چھپکر شائع ہو چکا تھا۔ مولوی محمد نذیر صاحب مولوی فاضل نے "پیشگوئیوں پر اعتراضات کا اصولی جواب" کے موضوع پر اور مولوی جلال الدین صاحب شمس نے مولوی حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی کے ان اعتراضات کے جواب میں جو ایک روز قبل انہوں نے گورداسپور میں اپنی ایک تقریر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کئے تھے۔ تقریر کی۔

پانچ بجے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز جلسہ گاہ میں تشریف لائے۔ جہاں مقامی معزز غیر احمدی۔ ہندو۔ عیسائی اور سکھ اصحاب بھی ایک کافی تعداد میں شریک تھے۔ اور ایک گھنٹہ نہایت پُر اثر تقریر فرمائی جس میں حضور نے ھَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا۔ کی لطیف تفسیر بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ کہ وہ لوگ جو سلسلہ احمدیہ سے تعلق نہیں رکھتے۔ اگر خالی الذہن ہو کر صدق نیت اور صفائی قلب کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے حضور جھکیں۔ اور چالیس روز تک اس کے حضور یہ عاجزانہ دعا مانگیں۔ کہ وہ سچی راہ ان پر کھولدے۔ تو مجھے یقین ہے۔ کہ خدا ان کی راہبری کرے گا۔ اور احمدیت کی سچائی ان پر ظاہر کر دے گا۔ یہ مفصل تقریر انشاء اللہ عنقریب درج اخبار کی جائے گی۔

۶ بجے حضور نے تقریر ختم کر کے دعا فرمائی۔ جلسہ برخاست ہونے کے بعد بعض مسلمان۔ سکھ اور ہندو مقامی معززین نے حضور سے ملاقات کی۔ اور گاڑی پر پہونچنے کے آخری وقت تک حضور ان سے گفتگو فرماتے رہے۔ اور پھر سٹیشن پر تشریف لائے۔ گاڑی شام کو ۷ بجکر ۲۰ منٹ پر گورداسپور سے روانہ ہوئی۔ اور ساڑھے نو بجے قادیان پہونچی۔ سپیشل گاڑی کا انتظام محض وقت کی سہولت اور قادیان سے جانیوالوں کی کثرت کی وجہ سے کیا گیا تھا۔ ورنہ اسکے لئے کوئی زائد خرچ نہیں ادا کرنا پڑا۔ ریلوے والوں سے پانچسو تک ٹکٹ خریدنے کا معاہدہ تھا۔ چونکہ محکمہ ریلوے نے سواریوں سے کرایہ وصول کرنے کیلئے اپنے ٹکٹ جاری کرنیکی اجازت دیدی تھی۔ اسلئے نظارت امور عامہ کی طرف سے تینوں دن ٹکٹ جاری ہوتے رہے۔ اور پانچسو سے زیادہ جس قدر ٹکٹ ہوتے وہ شمار کر کے ان کا کرایہ الگ ریلوے کو ادا کر دیا جاتا۔ ۲۷ مارچ کو چونکہ گورداسپور پہونچنے تک سارے زائد ٹکٹ شمار نہ کئے جا سکے۔ اسلئے گاڑی کے ڈبوں میں سوار ہونیوالوں کی گنجائش کے لحاظ سے گورداسپور کے سٹیشن پر کرایہ کا مطالبہ لیا گیا۔ اسکے متعلق پانچسو سے زائد سوار ہونیوالوں کی تعداد کے مطابق جو شمار کر لی گئی ہے۔ محکمہ ریلوے سے تصفیہ کیا جائیگا۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی اللہ تعالیٰ کے سفر کے ان ایام

اظہار افسوس و ندامت

میں اس بات پر نہایت ہی افسوس اور ندامت کا اظہار کرتا ہوں۔ کہ جس قسم کی غلطی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی ۲۳ مارچ کی گواہی کا ذکر کرتے ہوئے الفضل میں ہو گئی تھی۔ اور جس پر الفضل ۲۸ مارچ میں اظہار افسوس کیا جا چکا ہے۔ اسی قسم کی غلطی ۲۵ مارچ کی گواہی کے ذکر میں ہو گئی۔ یعنی ۲۵ مارچ کو حضور کے عدالت میں تشریف لیجا کر بیٹھنے کا ذکر نہایت ناموزوں اور بعید غیر پسندیدہ طریق میں کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ جب حضور عدالت کے کمرہ میں گئے۔ تو کارروائی شروع ہونے سے قبل مجسٹریٹ صاحب نے حضور کو تشریف رکھنے کے لئے کہا۔ لیکن جب کارروائی شروع ہوئی۔ تو حضور نے حسب قاعدہ کھڑے ہو کر بیان دیا۔ میں اپنی اس کوتاہی پر بہت نادم ہوں۔ اور اس کا اظہار اخبار کے ذریعہ کرتا ہوں۔ رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین۔ دراصل عدالت میں بیٹھنے یا کھڑے ہونیکا سوال ایسا ہے۔ کہ اس کیس میں اسکے ذکر تک کی ضرورت نہ تھی۔ چہ جائیکہ حضرت امیر المومنین کے تعلق میں اسکا ذکر کیا جاتا۔ حضور کی ذات والا صفات اس سوال کہ بہت بالا و ارفع ہے۔ خطا کار غلام نبی۔

خطبہ جمعہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اگر دائمی حیات چاہتے ہو تو اشاعت احمدیت کیلئے ممالک غیر میں نکل جاؤ

فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ

از حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

(فرمودہ ۱۵ مارچ سنہ ۱۹۳۵ء)

آیاتِ قرآنیہ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً اَوْ لَھْوَ اِنْفَضُّوْۤا اِلَیْھَا وَتَرَکُوْکَ قَآئِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ مِّنَ اللَّھْوِ وَمِنَ التِّجَارَۃِ۔ وَاللّٰہُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

سارے قرآن کریم پر نظر ڈالنے سے یہ بات واضح اور روشن ہو جاتی ہے۔ کہ اس کی کوئی دو آیتیں بھی آپس میں بے جوڑ نہیں بلکہ شروع سے لے کر آخر تک قرآن کریم اسی طرح پرویا ہوا ہے جس طرح

موتیوں کا ہار

پرویا ہوا ہوتا ہے۔ ہر آیت جو آتی ہے وہ اپنی پہلی آیت سے تعلق رکھتی ہے۔ اور ہر آیت جو گزر جاتی ہے۔ وہ اپنے

بعد میں آنے والی آیت سے ربط

رکھتی ہے۔ پھر ہر سورۃ کے بعد دوسری سورۃ ایک خاص غرض اور مقصد کے لئے رکھی ہوئی ہے۔ اور یہ التزام سارے کے سارے قرآن مجید میں پایا جاتا ہے۔ یہ سورۃ بھی اس

التزام سے مستثنیٰ

نہیں ہو سکتی۔ اور جو قانون سارے قرآن کریم میں جاری ہے۔ یقیناً اس سورۃ میں بھی جاری ہونا چاہیئے۔ لیکن بظاہر یہ

عجیب بات

معلوم ہوتی ہے۔ کہ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْہُ فَاِنَّہٗ مُلٰقِیْکُمْ فرمانے کے بعد یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ کہا گیا ہے اور بظاہر ان

دونوں آیتوں کا جوڑ

آپس میں ملتا نہیں۔ کیونکہ پہلے تو یہود کا ذکر تھا۔ اور یہود کو ہی چیلنج دیا گیا تھا۔ کہ اگر واقعہ میں تم اپنی اس تعلیم پر قائم ہو۔ جو تمہیں دی گئی۔ تو اس موت کو قبول کیوں نہیں کرتے۔ جس کے بغیر کوئی قوم خدا تعالیٰ کی مقبول پیاری۔ اور اس کی پسندیدہ نہیں ہو سکتی اور کیا وجہ ہے۔ کہ تم اس سے بھاگتے ہو۔ اس کے معاً بعد فرماتا ہے یا ایھا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الیٰ ذکر اللہ۔ تو کوئی نہ کوئی ان آیتوں کا آپس میں تعلق ہونا چاہیئے۔ مگر بظاہر وہ تعلق ان میں نہیں پایا جاتا۔ لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ چونکہ سارے قرآن مجید میں ربط اور تعلق ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ یہاں بھی ہو۔ اور یہ یقینی بات ہے۔ کہ ان دونوں آیتوں میں تعلق ہے۔ جیسا کہ میں ابھی بیان کرونگا۔

درحقیقت جمعہ کی نماز جو

ساتویں دن کی نماز

ہے۔ مشابہت رکھتی ہے۔ ایک اور روحانی زمانہ سے جو ساتویں ہزار سال کا ہے یعنی مسیح موعودؑ کا زمانہ۔ دنیا جمعہ کے دن آکر خصوصیت کے ساتھ

اسلامی احکام کے ماتحت تبلیغ

اسلام کرتی ہے۔ یعنی باقی نمازوں میں تو خاموشی سے نماز پڑھی جاتی ہے۔ لیکن جمعہ کے دن خطبہ اور وعظ بھی ہوتا ہے۔ پس جمعہ اسلامی عبادتوں میں

وعظ کا دن

ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے اس دن کو دوسرے دنوں پر فضیلت دی ہے۔ کیونکہ دوسرے دنوں میں بندے کھڑے ہو کر صرف اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتے ہیں لیکن اس دن نہ صرف عبادت کی جاتی ہے۔ بلکہ بندوں کو وعظ و نصیحت کرنے کے لئے خطاب بھی کیا جاتا ہے گویا جمعہ نشان ہے

اللہ تعالےٰ کی عبادت اور بندوں پر شفقت

کرنے کا۔ اور یہی اسلام کا خلاصہ ہے۔ اسلامی تعلیم کا لب لباب یہی ہے۔ کہ انسان خدا تعالےٰ کا کامل مطیع ہو۔ اور اس کے بندوں پر شفقت کرنے والا ہو۔ چنانچہ اس دن خطیب وعظ کرتا ہے۔ جو

شفقت علی الناس کی مثال

ہے۔ اور پھر عبادت کی جاتی ہے۔ جو اطاعتِ الٰہی کا نام ہے۔

پس جمعہ کا وعظ جامع ہے شفقت علے الناس اور

اطاعت الٰہی

کا۔ غرض تبلیغ اور اشاعت کا زمانہ جو ہے۔ اس کا جمعہ ایک نشان ہے۔ اور مسیح موعود کے زمانہ کو بھی

تبلیغ و اشاعت کا زمانہ

کہا گیا ہے۔ جیسا کہ ھُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ آیت قرآن کریم میں

تین جگہ

آتی ہے۔ اور تینوں جگہ مسیح کے ذکر کے ساتھ آتی ہے۔ اور آئمۂ اسلام کا اس پر اتفاق چلا آتا ہے۔ کہ یہ آیت مسیح موعود کے زمانہ کے لئے ہے۔ پس ادھر قرآن مجید سے ثبوت ملتا ہے۔ کہ

نشر و اطاعت کا زمانہ

مسیح موعود کا زمانہ ہے۔ اور ادھر

آئمۂ اسلام کا اتفاق

اس پر ہے۔ کہ مسیح موعود کا زمانہ نشر واشاعت کا زمانہ ہوگا پھر الہامی کتب سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسیح موعود کا ظہور ساتویں ہزار سال میں مقدر ہے۔ ادھر جمعہ ایام ہفتہ میں سے ساتواں دن ہے۔ اور جمعہ کے دن نشر واشاعت کا کام ہی کیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ظہر کی چار رکعتیں مقرر کی گئی ہیں۔ مگر آج کے دن خدا تعالےٰ نے کہا۔ دو رکعتیں میں اپنے بندوں کی خاطر چھوڑتا ہوں۔ پس خُطبہ کیا ہے۔ یہ تحفہ ہے۔ جو خدا تعالےٰ نے اپنے بندوں کے سامنے پیش کیا جس طرح گورنمنٹ بعض دفعہ رعایا کا ٹیکس معاف کردیتی ہے اسی طرح خدا تعالےٰ نے کہا۔ میں اپنے بندوں کی خاطر دو رکعتیں چھوڑتا ہوں۔ وہ ان کی بجائے خطبہ سُن لیا کریں۔ تو خطبہ جو ہے۔ وہ

خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک تحفہ

اور ہدیہ ہے۔ جو وعظ ونصیحت کی صورت میں مومنوں کو ملتا ہے۔ پھر جمعہ کا دن ساتواں دن ہونے کے لحاظ سے ساتویں ہزار سال سے مشابہت رکھتا ہے۔ اور نشر واشاعت کے لحاظ سے تبلیغ دین سے مشابہت رکھتا ہے۔ غرض جمعہ میں وُہ دونوں باتیں پائی جاتی ہیں۔ جو

مسیح موعود کے زمانہ کی علامت

ہیں۔ یعنی وہ ساتویں ہزار سال میں مبعوث ہوگا۔ اور یہ کہ وُہ اسلام کو ادیانِ باطلہ پر تبلیغ واشاعت کے ذریعہ غالب کردے گا۔ پس

جمعہ اور مسیح موعود

ایک ہی چیز ہیں۔ اس سورۃ کے شروع میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا تھا۔ وآخرین منھم لمّا یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم۔ یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم ایک اور قوم میں بھی دوبارہ ظاہر ہونگے۔ جو ابھی تم سے نہیں ملی۔ بلکہ بعد میں آئے گی۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ تشریح فرمائی تھی۔ کہ لوکان الایمان معلقًا بالثریا لنالہٗ رجالٌ من ابناء فارس۔ یعنی اگر

ایمان ثریا پر

بھی چلا گیا ہوگا۔ تو چند فارسی الاصل لوگ یا ایک جگہ رجلٌ آتا ہے یعنی ایک فارسی الاصل مرد پھر ثریا پر گئے ہوئے ایمان کو واپس لائے گا۔ اور اس سُورۃ کے شروع میں

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دوسری بعثت کا ذکر

تھا۔ جو مسیح موعود کی بعثت ہے۔ اور مسیح موعود کی بعثت ھو الذی ارسل رسولہ بالھُدیٰ ودین الحق لیظھرہٗ علی الدّین کلہ والی آیت اور آئمۂ سلف کے کشوف کی رو سے جمعہ کے دن سے مشابہت رکھتی ہے۔ اب یہود کو یہ بتانے کے بعد کہ تمہیں باوجود تورات کی طرف اپنے آپ کو منسُوب کرنے کے نجات کی امید نہیں رکھنی چاہیئے اور باوجود

تورات سے وابستگی

کے دعوے کے اور باوجود اللہ تعالےٰ کے دوست کہلانے کے تمہارا حق نہیں کہ تم اپنے آپ کو نجات یافتہ کہو۔ کیونکہ تورات تمہارے دل میں نہیں۔ صرف اپنے سروں پر تم اسے اٹھائے ہوئے ہو۔ یہ بتایا ہے۔ کہ

محبت کی علامت

یہ ہوتی ہے کہ سچا محب اپنے محبوب کے نام پر قربان ہو جاتا ہے۔ مگر تمہاری یہ حالت ہے۔ کہ تم تسلیم کرتے ہو۔ دنیا میں کفر پھیلا ہُوا ہے۔ تم تسلیم کرتے ہو۔ کہ اس کے

دین کی بے حرمتی

کی جارہی ہے۔ مگر خدا جو تمہارا محبوب ہے۔ اس کے لئے تم قربانی کرنے کے لئے تیار نہیں۔ کیونکہ تم موت سے ڈرتے ہو۔ حالانکہ اگر تم واقعہ میں خدا تعالےٰ سے محبت رکھتے۔ اگر واقعہ میں اس کے دوست ہوتے۔ تو جب تم دیکھتے۔ کہ خدا تعالےٰ کا نام دنیا سے مٹایا جاتا۔ اس کے کھیت کو برباد کیا جاتا اور اس کے دین کی تباہی کے سامان پیدا کئے جاتے ہیں۔ تو

تم اپنی جانوں پر کھیل جاتے

مگر جب تم ایسا نہیں کرتے۔ تو صاف ظاہر ہے۔ کہ نہ تم کو خدا تعالےٰ سے محبت ہے۔ اور نہ خدا تعالےٰ کو تم سے۔

پھر جیسا کہ قرآن مجید سے ثابت ہے۔ سورۂ فاتحہ میں یہ دعا سکھلائی گئی تھی۔ کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضآلّین جس کا مطلب یہ تھا۔ کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے۔ جبکہ مسلمان

یہود کے ہمرنگ

ہوجائیں گے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ جس طرح ایک جوتی دوسری جوتی کے مشابہ ہوتی ہے۔ اسی طرح مسلمان یہود کے مشابہ ہو جائینگے۔ پس جب یہود کو اللہ تعالےٰ نے ایک طرف یہ فرمایا۔ کہ صرف کتاب تمہارے لئے کافی نہیں ہوسکتی۔ جب تک تم اس پر عمل نہ کرو۔ اُدھر یہ بھی پیشگوئی تھی۔ کہ مسلمان ایک زمانہ میں یہود کے مشابہ ہو جائینگے۔ تو ضروری تھا۔ کہ یہود کا ذکر کرنے کے بعد

مسلمانوں کو توجہ

دلائی جاتی۔ کہ تم پر بھی چونکہ وہ زمانہ آنے والا ہے۔ جبکہ تم یہود کے مشابہ ہوجاؤ گے۔ اس لئے ہوشیار ہو جاؤ۔ اور تمثیلی طور پر اس کے لئے جمعہ کے دن کو بیان کیا۔ جو ساتویں ہزار سال یعنی مسیح موعود کے زمانہ سے مشابہت رکھتا ہے قرآن کریم میں بھی آتا ہے۔ ان یومًا عند ربّک کالف سنۃٍ ممّا تعدّون یعنی خدا تعالےٰ کے نزدیک

ایک دن ایک ہزار سال کا قائم مقام

سمجھا جاتا ہے۔ پس اس لحاظ سے ساتواں دن ساتویں ہزار سال کے قائم مقام ہوا۔ جو مسیح موعود کی بعثت کا زمانہ ہے غرض اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ یایھا الذین آمنوا اذا نودی للصّلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللّٰہ وذروا البیع۔ اے مسلمانو! ایک زمانہ تم پر بھی ایسا آنیوالا ہے۔ جبکہ تمہارا امتحان لیا جائیگا۔ تم بھی

خدا تعالےٰ کے دین سے غافل

ہوجاؤ گے۔ تم میں بھی سستیاں اور کمزوریاں پیدا ہوجائینگی اور یہ دُنیا کی پیدائش کے ساتویں ہزار سال میں ہوگا۔ یاد رکھو۔ تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ کہ جس وقت تم جمعہ کی اذان سنو فورًا اس کی طرف دوڑ پڑو۔ اسی طرح جب وُہ

ساتویں ہزار سال کی آواز

بلند ہو۔ تو یہ بہانے نہ بنانے لگ جانا۔ کہ ہم قرآن مانتے ہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو رسُول تسلیم کرتے ہیں۔ حدیثیں پڑھتے ہیں۔ ہمیں اس آواز کے سننے کی کیا ضرورت ہے۔ تمہیں قرآن کو مانتے ہوئے

جمعہ کی نماز کی ضرورت

ہوتی ہے یا نہیں۔ تمہیں حدیث کو مانتے ہوئے جُمعہ کی نماز کی ضرورت ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر ہوتی ہے۔ تو کس طرح کہہ سکتے ہو۔ کہ قرآن کو مانتے ہوئے تمہیں ساتویں ہزار سال کی خدائی آواز کو سننے اور اس کی طرف دوڑ پڑنے کی ضرورت نہیں۔ جمعہ میں علاوہ عبادت کے کیا ہوتا ہے۔ اور کس لئے خدا تعالےٰ نے یہ کہا ہے۔ کہ جب جمعہ کے دن اذان کی آواز آئے۔ تو تم فورًا اس کی طرف چل پڑو۔ اس لئے کہ ایک خطیب کھڑا ہو کر وعظ کرتا ہے۔ صرف اس بات پر خدا تعالیٰ اپنے بندوں سے کہتا ہے۔ کہ جاؤ اور اس کی آواز سنو اگر ایک مُلّا بھی خطبہ کے لئے کھڑا ہو۔ تو خدا تعالےٰ اس وقت یہ کہتا ہے۔ اس مُلّا کا خطبہ ہماری

دُو رکعتوں کا قائم مقام

ہے۔ تم جاؤ۔ اور اس کی آواز کو سُنو۔ ورنہ ہماری بے ادبی ہوجائیگی۔ آخر محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ہی تو ہمیشہ خطبہ نہیں پڑھنا تھا۔ پس یہ حکم آپ کو ہی مدنظر رکھکر نہیں۔ بلکہ

تمام آنے والے خطیبوں کو مدنظر رکھکر

ہے۔ اسی لئے کہ جہاں جمعہ ہو رہا ہو۔ وہاں حکم ہے۔ فاسعوا الیٰ ذکر اللہ۔ کہ جاؤ۔ اور خطبہ سُنو۔ جمعہ کس چیز کا نام ہے۔ زید بکر عمر یا خالد کے خطبہ کا۔ مگر چونکہ وُہ دو رکعتوں کی قائم مقامی میں رکھا گیا ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ اگر خطبہ نہیں سُنو گے۔ تو وُہ دو رکعتیں جاتی رہیں گی۔ اور نماز باطل ہو جائے گی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے زور سے یہ حکم دیا کرتے تھے۔ کہ جمعہ کے دن

جلد سے جلد مسجد میں پہونچ جائے

(میں ضمنی طور پر کہنا چاہتا ہوں۔ کہ قادیان میں بعض لوگ درمیانِ خطبہ میں آتے ہیں) رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل سے یہ ثابت ہے۔ کہ بعض لوگ جب دیر سے آئے۔ تو آپ نے اُن سے

جواب طلبی

کی۔ کہ دیر کرنے کی کیا وجہ ہے۔ پس اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الیٰ ذکر اللہ۔ جمعہ کے دن جب اذان ہو جائے۔ تو جلدی کرو۔ اور دوڑ پڑو۔ تا خطبہ نہ رہ جائے۔ بعض لوگ پوچھا کرتے ہیں۔ کہ

جمعہ کے لئے جلدی کا حکم

کیوں دیا گیا ہے۔ میں انہیں بتانا چاہتا ہوں۔ کہ یہ حکم اسی لئے دیا گیا ہے۔ کہ تا خطبہ نہ رہ جائے۔ ہاں جو لوگ اذان سے پہلے مسجد میں آجائیں گے۔ وُہ زیادہ ثواب کے مستحق ہونگے۔ پس اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ جمعہ کی نماز تمہارے سامنے ہے۔ اس کے احکام تمہیں معلوم ہیں۔ تم جانتے ہو۔ کہ اگر ایک معمولی خطیب بھی کھڑا ہو۔ تو اس وقت تمہیں حکم ہے۔ کہ جاؤ۔ اور اس کی باتوں کو سُنو۔ پھر اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور قرآن مجید پر ایمان لانا ایک ملّا کے خطبہ سے انسان کو مستغنی نہیں کرسکتا۔ بلکہ حکم ہوتا ہے۔ کہ جاؤ اور اسکی باتیں سُنو۔ تو تم کس طرح امید کرسکتے ہو۔ کہ جب

ساتویں ہزار سال کا خطیب

آئے۔ تو تم یہ کہکر خدا تعالےٰ کی گرفت سے بچ جاؤ۔ کہ ہم جب قرآن مانتے۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان رکھتے ہیں تو ہمیں اسکی آواز پر کان دھرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر جمعہ کے دن ملاؤں کے خطبہ کے متعلق خدا تعالےٰ کا حکم ہے۔ کہ جاؤ۔ اور انہیں سُنو۔ تو کیا

خدا تعالےٰ کا مامور

اتنی بھی حیثیت نہیں رکھتا۔ کہ تم اس کی طرف متوجہ ہو۔ اور یہ کہتے رہو۔ کہ جب ہم قرآن کو مانتے ہیں۔ تو کسی اور کی کیا ضرورت ہے۔ پس اس جگہ اللہ تعالےٰ نے یہ امر بیان فرمایا ہے کہ اے قرآن کے ماننے والو۔ تم جمعہ کا خطبہ کیوں سُنتے ہو اس لئے کہ تمہیں خدا کا حکم ہے۔ کہ

فاسعوا الیٰ ذکر اللہ

جاؤ۔ اور خطبہ سُنو۔ پھر اگر ایک ملّا کا خطبہ نہ سُننے کی وجہ سے تم گنہگار سمجھے جاتے ہو۔ تو کس طرح ممکن ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے مامور کی آواز کو تم نہ سُنو۔ اور پھر بھی تم گنہگار نہ سمجھے جاؤ۔ پس فرمایا۔ فاسعوا الیٰ ذکر اللہ۔ جلدی کرو۔ ذکر اللہ کی طرف اور دوڑو۔ اس کے مامور کی آواز کی طرف۔ اس جگہ ذکر اللہ کے الفاظ لاکر یہ بیان کر دیا۔ کہ انبیاء پر ایمان لانا درحقیقت

خدا تعالےٰ پر ایمان لانا

ہے۔ اگر ہم محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کو الگ کر دیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کو الگ کر دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کو الگ کر دیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت کو الگ کر دیں۔ تو یہ کیا ہیں۔ ہمارے جیسے انسان ہی ہیں ہم مان سکتے ہیں۔ کہ وُہ ہم سے زیادہ لائق اور سمجھدار ہونگے۔ ہم مان سکتے ہیں۔ کہ ان میں

قابلیت کے ذاتی جوہر

ہم سے زیادہ ہوں گے۔ مگر نبوت و رسالت کو الگ کرکے ان کی ہم پر حکومت نہیں رہ سکتی۔ جیسے بڑے بڑے ادیب گذرے ہیں۔

مشہور فلسفی اور صوفی

ہُوئے ہیں۔ اسی طرح ان کی بھی حیثیت ہوگی۔ اس سے زیادہ نہیں۔ جو چیز انہیں حاکم اور ہمیں ان کا فرمانبردار بنا دیتی ہے وُہ نبوت و رسالت ہی ہے۔ اور نبوت و رسالت کا ماننا دراصل خدا تعالےٰ کو ماننا ہے۔ حضرت نوحؑ کو ماننا انہیں ماننا نہیں۔ بلکہ خدا کو ماننا ہے حضرت موسیٰؑ کو ماننا انہیں ماننا نہیں۔ بلکہ خدا کو ماننا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کو ماننا انہیں ماننا نہیں۔ بلکہ خدا تعالےٰ کو ماننا ہے۔ اور

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ماننا

انہیں ماننا نہیں۔ بلکہ خدا تعالےٰ کو ماننا ہے۔ اسی لئے فرماتا ہے فاسعوا الیٰ ذکر اللہ۔ اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔ یہ معنے نہیں کہ بندے کی اطاعت کرو۔ بندہ آخر کتنے سال جیئے گا۔ دس۔ پندرہ۔ بیس۔ تیس سال کے بعد آخر فوت ہو جاتا ہے۔ ان چند سالوں میں اسکی اطاعت کے لئے کتنا موقعہ مل سکتا ہے۔ یا فرض کرو۔ ایک شخص کو نبی کی وفات سے صرف دس دن قبل اس کی آواز پہونچتی ہے۔ اور وُہ اسے مان لیتا ہے۔ تو وُہ ان دس دنوں میں کونسا پہاڑ گرا دیگا آخر اُسے ذکر اللہ کی طرف ہی آنا پڑے گا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ہی دیکھ لو۔ آپ کو وفات پائے اب کئی سو برس گزر گئے۔ مگر ہم جو اطاعت کرتے ہیں۔ تو اس سے آپ کو کونسا نفع پہنچاتے ہیں۔ ساڑھے تیرہ سو برس گذر گئے مگر ہر شخص جانتا ہے۔ کہ ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتی اطاعت نہیں۔ بلکہ

خدا تعالےٰ کے احکام کی اطاعت

کر رہے ہیں۔ اور اُسی کی کتاب کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے کیا فائدہ۔ کہ ہم نمازیں پڑھیں۔ روزے رکھیں۔ اور زکوٰۃ دیں۔ یہ تمام باتیں ہمارے فائدہ کے لئے ہی ہیں۔ تو انبیاء کی اطاعت درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہوتی ہے۔ اور اس جگہ اللہ تعالےٰ یہی فرماتا ہے۔ کہ یہ سوال فضول ہے۔ کہ ہم فلاں شخص کی بات کیوں مانیں۔ فاسعوا الیٰ ذکر اللہ۔ تمہیں چاہیئے۔ کہ تم ذکر اللہ کی طرف دوڑو جب ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ جاؤ۔ اور مسجد میں پہونچو۔ تو کیا ہمارا یہ مطلب ہوتا ہے۔ کہ جاؤ۔ اور ملّا کی خدمت کرو۔ یا یہ مطلب ہوتا ہے۔ کہ وُہ ملّا چونکہ ہماری باتیں سُنا رہا ہے۔ اس لئے سُنو۔ اسی طرح جب دُنیا میں کوئی مامور آتا ہے۔ اور ہم حکم دیتے ہیں۔ کہ جاؤ۔ اور اس کی اطاعت کرو۔ تو اس اطاعت سے اس کو

ذاتی فائدہ

نہیں پہونچتا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کے ذکر کی عظمت ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے جو کلام بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے آئے ضروری ہے۔ کہ ہم اس کی اطاعت کریں۔ چاہے وُہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ آئے۔ اور چاہے۔

مسیح موعودؑ کی معرفت

آئے۔ کیونکہ یہ ان کی اطاعت نہیں ہوگی۔ بلکہ خدا تعالےٰ کی اطاعت ہوگی۔ اور اللہ تعالےٰ کا کلام کہیں سے آجائے ہمارا فرض ہے کہ ہم اُسے سُنیں۔ اور اس پر عمل کریں۔ اگر ایک دیوار سے بھی خدا تعالےٰ کی آواز آئے۔ تو ہمیں چاہیئے۔ کہ ہم اسے اسی نگاہ سے دیکھیں جس نگاہ سے ایک نبی کی بات کو دیکھا جاتا ہے۔ وذروا البیع اور تمام وُہ کام چھوڑ دو۔ جن سے

دنیوی نفع کی امید

کی جاسکتی ہے۔ اس میں صرف تجارت یا مزدوری ہی داخل نہیں بلکہ ملازمتیں بھی اس میں شامل ہیں۔ نوکری میں کیا ہوتا ہے۔ نوکر کہتا ہے۔ تم اتنا روپیہ مجھے دو۔ اور میرا اتنا وقت اور اتنی طاقتیں تم لے لو۔ یہی مزدوری میں ہوتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے۔ کہ تاجر دُوسرے کو غلہ یا کپڑا دیتا ہے۔ اور یہ اپنے

ہاتھ کی طاقت اور دماغ کی محنت

اسے دیتا ہے۔ پس یہ بھی تجارت کرتا ہے۔ مفت تو روٹی کوئی نہیں کھاتا۔

پس دُنیا کے جتنے ایسے کام ہیں۔ جن میں انسان کو نفع حاصل ہوتا ہے۔ وُہ

بیع ہیں

خواہ پیشے ہوں۔ خواہ تجارتیں ہوں۔ خواہ زراعتیں ہوں۔ خواہ

مزدوری اور نوکری

ہو۔ اور خواہ بادشاہت ہو۔ بادشاہ بھی اپنا وقت اور اپنا دماغ رعایا کو دیتا۔ اور انہیں فائدہ پہنچاتا ہے۔ پس فرمایا وذروا البیع تمام وہ کام جن میں دنیوی نفع ہو۔ تم انہیں چھوڑ دو۔ اور جاؤ اور اس کی بات سنو ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون۔ اگر تمہیں علم ہو تو تم سمجھو کہ یہ بات تمہارے لئے بہت زیادہ بہتر اور

نتائج کے لحاظ سے بابرکت

ہے۔ اگر حماقت سے تم کہے جاؤ کہ کیوں ہم کسی شخص کی بات کو مانیں تو یہ اور بات ہے۔ لیکن اگر

علم کے ماتحت غور

کرو گے تو تمہیں معلوم ہو گا کہ خدا تعالیٰ کی آواز کا کسی زبان پر جاری ہونا کوئی معمولی بات نہیں۔ اور نہ اس میں چھوٹے بڑے کا کوئی سوال ہے۔ بلکہ جس شخص کی زبان پر بھی خدا تعالیٰ کا کلام جاری ہو۔ ضروری ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے یہ تو تمہید تھی۔ اس کے بعد ان الموت الذی تفرون منہ فانہ ملاقیکم کے ساتھ جوڑ ملتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ۔ واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون ایک

چھوٹی موت

تو وہ تھی جو ظاہری جمعہ میں شامل ہونے پر ہر انسان کو برداشت کرنی پڑتی ہے یعنی وذروا البیع کے حکم کے مطابق اسے اپنی تجارتیں اور خرید و فروخت کے سامان تھوڑی دیر کے لئے چھوڑنے پڑتے اور نماز میں شامل ہونا پڑتا ہے۔ مگر وہ نہایت ہی حقیر موت ہے اور اس سے بڑی موت یہ ہے کہ مسیح موعود کو قبول کرنے اور اس پر ایمان لانے کے لئے ہر انسان قربانی کرے کیونکہ جب

مسیح موعود پر ایمان

لایا جائے گا۔ اس کا لازماً یہ نتیجہ نکلے گا کہ بعض دفعہ بیٹے کو باپ چھوڑنا پڑے گا۔ اور باپ کو بیٹا۔ خاوند بیوی سے الگ ہو جائیگا اور بیوی خاوند سے علیحدہ لوگ برا بھلا کہیں گے۔ ظلم و ستم کرینگے اور ماریں پیٹیں گے۔ اور مجبور کرینگے کہ مسیح موعود سے علیحدہ ہو جائیں لیکن اگر یہ موت بھی جو پہلی موت سے بڑی ہے انسان کے راستہ میں روک نہ ہو۔ تو اس کے بعد

ایک اور موت

ان کے سامنے رکھی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ جمعہ کی نماز کے بعد تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اجازت ہے۔ کہ لوگ منتشر ہو جائیں۔ مگر ساتویں ہزار سال میں جب مسیح موعود کی بعثت ہوگی۔ تو اس کے بعد اجازت نہیں۔ بلکہ حکم ہو گا کہ فانتشروا فی الارض

جاؤ اور دنیا میں تبلیغ کے لئے پھیل جاؤ

دیکھو میں نے سورۂ بقرہ کی ایک آیت پیش کرکے بتایا تھا۔ کہ وہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم ان اللہ لذو فضل علی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون۔ وقاتلوا فی سبیل اللہ واعلموا ان اللہ سمیع علیم وہاں موت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا تھا کہ ہم نے یہود کو کہا مر جاؤ۔ چنانچہ وہ مر گئے اور ہم نے انہیں زندہ کر دیا۔ اسی طرح فرمایا اگر تم بھی زندہ رہنا چاہتے ہو۔ تو اپنی جانوں کو جہاد میں لگاؤ۔ اور خدا تعالیٰ کی راہ میں مر جاؤ۔ یہ

قاتلوا کا حکم

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے لوگوں کے لئے تھا۔ اور ان الموت الذی تفرون منہ میں مسیح موعود کے زمانہ کی موت کی طرف اشارہ ہے۔ اور یہاں چونکہ تلوار سے جہاد کرنے کا موقع نہیں تھا۔ اس لئے یہ نہیں کہا گیا۔ کہ جاؤ اور تلوار سے جہاد کرو۔ بلکہ فرمایا فانتشروا فی الارض اپنے

وطنوں کی قربانی کرو

اور انہیں چھوڑ کر ممالک غیر میں نکل جاؤ۔ مالوں کی قربانی کرو۔ چندے دو۔ اور اشاعت اسلام کرو۔ آج تلوار کے جہاد کے ذریعہ ہم سے قربانی کا مطالبہ نہیں کیا جاتا۔ بلکہ آج قربانی چاہیئے اپنے وقت کی۔ قربانی چاہیئے اپنے مال کی۔ قربانی چاہیئے اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں سے جدائی کی۔ اور قربانی چاہیئے

نفس کے اندرونی جذبات و شہوات

کی۔ یہ قربانیاں وہ ہیں جو محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ سے بھی طلب کی گئیں۔ لیکن ان میں سے بعض پر اس وقت زور تھا اور بعض پر آج زور ہے۔ مثلاً رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تبلیغ کے لئے اس طرح

قربانی کا مطالبہ

نہیں کیا گیا۔ جس طرح اس زمانہ میں کیا گیا۔ اس زمانہ میں چونکہ اسلام کو تلوار کے زور سے مٹایا جاتا تھا۔ اس لئے حکم تھا۔ کہ جاؤ اور اپنی جانوں کو

اسلام کے لئے

قربان کرو۔ اسی لئے پہلے زمانہ کے مسلمان جہاں مخاطب کئے گئے تھے۔ وہاں قاتلوا کا حکم دیا گیا تھا۔ مگر یہاں چونکہ

آخری زمانہ کے مسلمان

مخاطب تھے۔ اس لئے انہیں یہ کہا گیا ہے۔ کہ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض فرمایا وہ مسلمان جو یہود کے ہمرنگ ہیں وہ تو اس موت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔ مگر جب تم کہو گے کہ ہم اس

موت کے لئے تیار

ہیں۔ تو ہم تمہارے سامنے ایک مطالبہ پیش کریں گے۔ اور وہ یہ کہ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض۔ جب تم خدا تعالیٰ کے مسیح کی باتیں سن لو۔ اس کے مسائل کو سیکھ جاؤ۔ اس کی

تعلیم پر مضبوطی سے قائم

ہو جاؤ۔ اور اس کے ان مسائل سے آشنا ہو جاؤ۔ جن کو وہ دنیا میں قائم کرنا چاہتا ہے۔ تو پھر تمہارا یہ کام ہے کہ تم اپنے وطن چھوڑ دو۔ اور دوسرے ملکوں میں

زمین کے کناروں تک

اس کی تبلیغ کے لئے نکل جاؤ۔ یہ موت ہے جو اس زمانہ کے احیاء کے لئے خدا تعالیٰ نے مقرر کی ہے۔ یہ جوڑ ہے ان الموت الذی تفرون منہ سے۔ ورنہ بھلا یہود کے ذکر تورات کے نزول اور جمعہ کے بیان کا آپس میں تعلق ہی کیا ہو سکتا ہے۔ بعض مفسرین نے یوم الجمعۃ سے

سبت کا ذکر

مراد لیا ہے۔ بے شک یہ مراد بھی لی جاسکتی ہے۔ لیکن چونکہ سبت ایک

محدود سوال

ہے ضروری ہے کہ اس کے سوا کوئی زیادہ وسیع معنی بھی اس کے ہوں۔ پھر اس زمانہ کے یہود نے تو سبت کو چھوڑا بھی نہیں بلکہ آج کل تو وہ اسے بہت زیادہ منانے لگ گئے ہیں۔ دراصل پہلے چونکہ موت کا ذکر تھا۔ اس لئے بعد میں آکر بتایا کہ تم بھی ایک زمانہ میں

یہود کے مثیل

ہو جاؤ گے۔ اور یہ واقعہ ساتویں ہزار سال میں ہو گا۔ اس وقت اگر تم دوبارہ زندگی چاہتے ہو۔ تو تمہارا کام یہ ہے کہ پہلے مسیح موعود کی آواز سن کر اس کے پیچھے چلو اور اس کی تعلیم پر عمل کرو۔ پھر دنیا میں اس کی تعلیم پھیلانے کے لئے نکل جاؤ۔ وابتغوا من فضل اللہ۔ اور اللہ تعالیٰ کا وہ فضل تلاش کرو۔ جس کے نتیجہ میں تمہاری تمام تکالیف ذلت اور رسوائیاں دور ہو جائیں۔ یہی وہ چیز ہے۔ جسے میں نے اپنی

نئی تحریک

میں پیش کیا ہے۔ اور جسے بار بار میں جماعت کے سامنے

لا رہا ہوں۔ ہمارے ہندوستان کے لوگوں میں یہ مرض ہے کہ وہ ایک جگہ سمٹ کر بیٹھنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ موجودہ زمانہ میں ہم سے یہ چاہتا ہے کہ فانتشروا فی الارض ہم باہر جائیں اور

زمین میں پھیل کر تبلیغ احمدیت

کریں۔ اس میں شبہ نہیں۔ کہ یہ ایک ایسی بات ہے جس میں موت نظر آتی ہے اور اسی لئے موت کو ہلکا کرنے کے لئے ہم نے کہا ہے کہ ہم غیر ممالک میں جانے والوں میں سے

بعض کو کرایہ

دیدیں گے یا چھ چھ ماہ وہاں رہنے کا خرچ دیدیں گے۔ یہ تمام باتیں موت کو ہلکا کرنے والی ہیں۔ کیونکہ جسے امید ہو کہ اسے باہر جانے کے لئے کرایہ مل جائے گا اور امید ہو کہ وہاں کچھ عرصہ رہنے کے لئے خرچ بھی مل جائیگا۔ وہ کسی قدر اپنی

موت سے بے فکر

ہوجاتا ہے۔ لیکن اصل قربانی انہی لوگوں کی ہے جو موت کے مونہہ میں اپنے آپ کو ڈال دیتے اور یہ سمجھ لیتے ہیں کہ جب کئی فقیر دنیا میں بھیک مانگتے ہیں۔ تو ہم بھی بھیک مانگ کر اپنا گذارہ کرلیں گے۔ یا مزدور مزدوری کرکے اپنا پیٹ پالتے ہیں تو ہم بھی مزدوری کرکے اپنا پیٹ پال لیں گے۔ پھر اگر مرنا ہے تو یہاں بھی مرنا ہے اور وہاں بھی۔ پھر کیوں ایسی جگہ نہ مریں جہاں

مرکر خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہو

بے شک کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو غیر ممالک میں جب جاتے ہیں۔ تو اپنے علمی زور سے رزق کما لیتے ہیں۔ مگر جب تک ہماری جماعت کا زمانہ نہیں آتا کہ ہم اپنے علمی لوگ فارغ کرکے غیر ممالک میں بھیج سکیں اس وقت تک جماعتی طور پر ضرورت ہے کہ ہم باہر جائیں۔ اور غیر ممالک کے لوگوں کو احمدیت میں داخل کریں۔ یاد رکھو خدا تعالیٰ ہم سے یہ مطالبہ کر رہا ہے کہ ہم زمین میں پھیلیں اور احمدیت کی تبلیغ کریں۔ میں نے اس تحریک کے ذریعہ اس کی ابتدا کردی ہے اسی طرح جس طرح باغ لگانے والا پنیری تیار کرتا ہے اور یہ ارادہ کیا ہے کہ سر دست چند آدمی ایسے تیار کریں جو مختلف ممالک میں جائیں اور احمدیت کا بیج بوئیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جماعت کی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ ہمارے اکثر لوگ باہر جائیں۔ اور مختلف ممالک میں پیغام احمدیت پہنچانے لگ جائیں۔ دراصل ہمارے لئے اس بات کا جاننا اور سمجھنا نہایت ضروری ہے کہ کس ملک کو اللہ تعالیٰ نے

اشاعت احمدیت کا مرکز

قرار دیا ہے۔ قادیان کا مرکز بنایا جانا محض اس بات کی دلیل ہے کہ قادیان قابلیت رکھتا ہے لیڈری کی اور قادیان قابلیت رکھتا ہے پنیری کی تیاری کی۔ مگر یہ ضروری تو نہیں کہ یہ باغ کے بڑھنے کے لئے بھی اچھی جگہ ہو۔ جو قابل لیڈر ہو ضروری نہیں ہوتا کہ وہ اچھا سپاہی بھی ہو۔ بعض جرنیل بڑے اچھے ہوتے ہیں۔ لیکن اگر انہیں سپاہی بنا دیا جائے تو ناقص ثابت ہوتے ہیں۔ اسی طرح بعض قابل سپاہی ہوتے ہیں لیکن انہیں جرنیل بنایا جائے تو ناقص ثابت ہوتے ہیں۔ پس قادیان کو مرکز بنا دینے کے یہ معنی نہیں۔ کہ یہاں جماعت بھی زیادہ پھیلے گی۔

پچاس سال کے قریب

سلسلہ احمدیہ پر گذر گئے مگر ابھی تک یہاں غیر احمدی موجود ہیں اور ان میں ایک ایسا طبقہ بھی ہے جو ہمارا شدید دشمن ہے اور نہ اس نے احمدیت قبول کی ہے اور نہ وہ احمدیت قبول کرنے کے لئے تیار ہے۔ پھر وہ اتنا گند اچھالنے والا اور اتنا جھوٹ بولنے والا طبقہ ہے کہ جو بات ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتی۔ وہ اسے ہماری طرف منسوب کر دیتا ہے۔ مکہ میں بھی دیکھ لو یہی حالت تھی۔ چنانچہ مکہ میں اس سرعت سے اسلام نہیں پھیلا جس سرعت سے مدینہ میں پھیلا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیرہ سالہ تبلیغی مساعی کا یہ نتیجہ تھا۔ کہ اسی یا بعض روایات کے رو سے تین سو افراد آپ پر ایمان لائے۔ مگر مدینہ میں دو سال کے اندر سارے مدینہ نے اسلام قبول کرلیا تو بعض مقام

لیڈری کے لحاظ سے مرکز

ہوتے ہیں اور بعض اشاعت کے لحاظ سے مرکز ہوتے ہیں۔ اسی نکتہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر انصار نے یہ کہا تھا کہ جب قبول اسلام میں ہم زیادہ ہیں تو خلافت کے اہل بھی ہم ہی ہیں حالانکہ مکہ لیڈری کے لحاظ سے مرکز تھا۔ اور مدینہ اشاعت کے لحاظ سے اسلامی مرکز تھا اور اشاعت میں زیادہ حصہ لینے کی وجہ سے کوئی قوم لیڈری کے قابل نہیں بن سکتی۔ پس قادیان میں یا ہندوستان میں مسیح موعود کے نزول کے یہ معنے نہیں ہیں۔ کہ ہندوستان اشاعت احمدیت کے قابل ہے۔ بلکہ ہندوستان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے صرف یہ معنے ہیں کہ یہ ملک لیڈری کا اہل ہے اور اسی لئے مسیح موعود یہاں مبعوث ہوا لیکن ہمیں ابھی ایک مرکز اشاعت کی ضرورت ہے اور خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہم اس زمانہ میں احمدیت کے لئے

ایک مدینہ کے مثیل کی تلاش

کریں۔ ایسا ملک ہمیں میسر آئے جو احمدیت کے لئے اپنے ہاتھ کھول دے۔ اور خدا تعالیٰ کے دین کے لئے اس کے

دل کی کھڑکیاں

کھلی ہوں۔ اور وہ اس نور کے حاصل کرنے کے لئے بے تاب ہو۔ جو اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے ظلمت کے دور کرنے کے لئے نازل فرمایا ہے۔ اور یہ

نوجوانوں کا کام

ہے کہ وہ نکلیں اور تلاش کریں۔ کہ کونسا ملک ہمارے لئے مدینہ کا مثیل ثابت ہوتا ہے یہی وہ امر ہے جس کی طرف ان آیات میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ۔ جاؤ اور دنیا میں پھیل جاؤ۔ وابتغوا من فضل اللہ۔ اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو۔ یہاں بتایا نہیں کہ کونسا ملک ایسا ہے جو احمدیت کو زیادہ قبول کرے گا۔ بلکہ اسے تلاش کرنا اللہ تعالیٰ نے ہم پر چھوڑ دیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو الہاماً خدا تعالیٰ نے بتا دیا تھا۔ کہ مدینہ اشاعت اسلام کے لئے اچھا مقام ہے۔ لیکن یہاں چونکہ نشر و اشاعت کا زمانہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور یہ مقدر ہو چکا ہے کہ وہ

دنیا کے تمام ممالک میں احمدیت

پھیلائے۔ اس لئے اگر خدا تعالیٰ یہ بتا دیتا کہ احمدیت کی اشاعت کے لئے فلاں ملک موزون ہے۔ تو ہم سارے وہاں جاکر اکٹھے ہوجاتے۔ اور باقی ممالک میں احمدیت پھیلانے سے غافل ہوجاتے۔ اس لئے آج خدا تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ دنیا کے تمام ممالک میں ہم جائیں۔ اور دنیا میں گھوم کر وہ ملک تلاش کریں جو احمدیت کے لئے مثیل مدینہ کا کام دے۔ اس مقصد کے ماتحت جب ہم دنیا کے تمام ممالک میں پھریں گے۔ تو ہر ملک میں احمدیت کا بیج بوتے جائیں گے۔ اس طرح خدا تعالیٰ کا یہ منشاء بھی پورا ہو جائے گا۔ کہ دنیا کے تمام ممالک میں احمدیت پھیلے اور آخر ہمیں وہ مقام بھی نظر آجائے گا۔ جسے ہم تلاش کرنے کے لئے نکلے ہوں گے۔

ہم جاپان جائینگے

اور وہاں کے لوگوں کو احمدیت کا پیغام دیں گے۔ کچھ لوگ مان لیں گے اور کچھ انکار کریں گے۔ پھر

ہم چین جائیں گے

اور انہیں احمدیت کا پیغام دیں گے۔ ان میں سے بھی کچھ لوگ مان لیں گے اور کچھ انکار کریں گے۔ پھر چین ایک ملک کا نام نہیں اس کے دس بارہ حصے ہیں۔ ہر حصہ کی علیحدہ علیحدہ زبان ہے۔ نہ معلوم کس حصہ ملک کے لوگ احمدیت زیادہ قبول کریں۔ اور کس حصہ کے لوگ احمدیت کو کم قبول کریں۔ اسی طرح

ہم روس جائیں گے

افغانستان جائیں گے۔ ایران جائیں گے۔ عرب جائینگے

جزائر فلپائن جائیں گے۔ سماٹرا۔ جاوا۔ نیپال۔ یونان اور امریکہ جائیں گے۔ اور انہیں احمدیت کا پیغام دیں گے۔ پھر یورپ کی بیس پچیس ریاستیں ہیں۔ ان میں سے

ہر ریاست میں احمدیت کی تبلیغ

کے لئے پھریں گے۔ اس تمام کوشش کے نتیجہ میں نہ معلوم کہاں صرف احمدیت کا چھینٹا پڑے گا۔ اور کہاں موسلادھار بارش برسنے لگ جائے گی۔ پس چونکہ آج تبلیغ کا زمانہ ہے اس لئے خدا تعالےٰ نے اس ملک کا نام نہیں بتایا۔ جو احمدیت کی اشاعت کے لئے موزون ہے۔ بلکہ وابتغوا من فضل اللّٰہ کہہ کر اللہ تعالےٰ کے اس فضل کی تلاش کرنا

ہمارا فرض

قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ جاؤ اور اس مرکز کی تلاش کرو کہیں نہ کہیں دنیا میں تمہیں ضرور مل جائے گا۔ اللہ تعالےٰ یہ وعدہ کرتا ہے۔ کہ جب تم دنیا کے تمام ممالک میں پھرو گے تو کوئی نہ کوئی ملک تمہیں ایسا مل جائے گا۔ جو احمدیت کی طرف اسی طرح دوڑے گا۔ جس طرح ایک

پیاسا پانی کی طرف

دوڑتا ہے۔ پس جب تک ہم ساری دنیا میں نہ پھیل جائیں۔ اس وقت تک ایسا مرکز ہمیں حاصل نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے خدا تعالیٰ کی حکمت سب سے آخر اس ملک کو ہمارے سامنے لائے کیونکہ اگر پہلے یا درمیان میں وہ ملک ہمیں مل جائے۔ تو ہم باقی ممالک میں احمدیت پھیلانے سے غافل ہو جائیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ وہ

تبلیغی ملک

ہمیں پہلے ہی مل جائے۔ مگر اللہ تعالےٰ اس وقت تک وہاں کے لوگوں کو احمدیت میں داخل ہونے سے اپنی مشیت کے ماتحت روکے رکھے۔ جب تک کہ ہم سارے ملکوں میں نہیں پھر لیتے۔ تاکہ ہم غافل نہ ہو جائیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ کا یہ وعدہ ہے کہ جب ہم تلاش کے لئے نکلیں گے۔ تو ایسا ملک ہمیں جلد یا بدیر مل کر رہے گا۔ واذکروا اللّٰہ کثیراً لعلکم تفلحون پھر دوسری بات یہ بتائی کہ جب باہر کے ملکوں میں جاؤ۔ تو

کثرت سے تبلیغ کرو

پہلے بھی تبلیغ کا نام ذکر اللہ رکھا تھا۔ جیسے فرمایا تھا۔ فاسعوا الیٰ ذکر اللّٰہ اور یہاں بھی یہ بتایا ہے کہ واذکروا اللّٰہ کثیراً جس کا مطلب یہ ہے کہ جاؤ اور خوب تبلیغیں کرو۔ یہ بھی مطلب ہے کہ مختلف ملکوں میں جا کر تبلیغ کرو۔ اور یہ بھی مطلب ہے کہ

تبلیغ میں تنوع

پیدا کرو چھوٹے چھوٹے اشتہارات شائع کئے جائیں۔ اور تبلیغ کی جائے۔ بڑے بڑے پوسٹر شائع کئے جائیں۔ اور تبلیغ کی جائے۔ معمولی ٹریکٹ لکھے جائیں اور تبلیغ کی جائے۔ بڑی بڑی کتابیں لکھی جائیں اور تبلیغ کی جائے۔ پھر ایک ایک مضمون پر علیحدہ علیحدہ ٹریکٹ لکھے جائیں۔ اور مختلف مضامین پر

جامع کتابیں

لکھی جائیں۔ اسی طرح چھوٹے چھوٹے قطعات لکھے جائیں۔ اور تبلیغ کی جائے۔ پھر بڑی بڑی نظمیں لکھی جائیں اور تبلیغ کی جائے۔ غرض کثیر کے یہ معنی بھی ہیں۔ کہ کثرت سے تبلیغ کرو۔ اور یہ معنی بھی ہیں۔ کہ کثرت سے تبلیغ کے لئے ہر قسم کا مسالحہ بہم پہنچاؤ۔ لعلکم تفلحون۔ تاکہ تم دنیا میں کامیاب ہو جاؤ۔ یہ دو چیزیں اگر جماعت قبول کرے۔ یعنی موت قبول کرے اور باہر کے ملکوں میں نکل جائے۔ اور وہاں کثرت سے اور مختلف طریقوں سے کام لے کر تبلیغ کرے۔ تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ہم تم پر اپنا فضل نازل کرنا شروع کر دینگے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

ہمارا بھی

ایک ہی نگاہ پر فیصلہ

ٹھہرا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے تم موت کے بعد ترقی کر سکتے ہو۔ وہاں موت یہ تھی کہ تلوار کا جہاد کرو۔ اور اپنی جانیں دو۔ یہاں یہ موت ہے کہ اموال خرچ کرو اور جاؤ اور ہر ملک میں تبلیغ کرو۔ جس دن تم

فانتشروا فی الارض

پر عمل کرو گے اور ذکر کثیر کرو گے۔ اسی دن تم کامیاب ہو جاؤ گے خدا تعالےٰ کی یہ سنت ہے۔ کہ وہ ایک وقت تک ترقی کو اپنے اختیار میں رکھتا ہے۔ اور پھر اسے

لوگوں کی مرضی پر

چھوڑ دیتا ہے۔ جب تک قرآن مجید مکمل نازل نہیں ہوا تھا۔ اس وقت تک ہدایت اس نے اپنے اختیار میں رکھی تھی مگر جب قرآن مجید مکمل نازل ہو گیا۔ تو یہ بندوں کی مرضی پر منحصر ہو گیا۔ کہ اگر وہ چاہیں تو ہدایت قبول کریں۔ اور چاہیں تو نہ کریں اس زمانہ میں بھی خدا تعالےٰ نے قرآن مجید کی تفسیر اور اس کے معارف کا اظہار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ کر دیا۔ نشانات ظاہر کئے اور

بینات سے سلسلہ احمدیہ کی صداقت

روشن کر دی۔ پھر ہمارے ہاتھ میں دلائل کی تلوار بھی دے دی کہ ہم اسے استعمال کریں۔ اب اگر ہم احمدیت کی اشاعت نہیں کرتے۔ تو یہ ہمارا قصور ہے۔ ورنہ اللہ تعالےٰ نے دین کی اشاعت کے لئے جن دلائل و بینات کی ضرورت تھی۔ وہ ہمیں دیدے اور اپنا کام ختم کر دیا۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم باہر ملکوں میں نکلیں۔ اور احمدیت کو پھیلائیں۔ اور یقیناً جس دن ہم ساری دنیا میں پھیل جائیں گے۔ جس دن کوئی ملک ایسا نہیں رہیگا جس میں احمدیت کا بیج ہم نے نہ بویا ہو۔ تو اس دن اس

ملک کی کنجیاں

بھی خدا تعالےٰ ہمارے ہاتھ میں دیدے گا۔ جو ہمارے لئے مثیل مدینہ ہوگا۔ اور ہمیں وہ قومیں مل جائیں گی۔ جو جماعت در جماعت اور گروہ در گروہ احمدیت میں داخل ہونی شروع ہو جائینگی اس کے بعد فرماتا ہے۔ واذا راوا تجارۃً اولھوا انفضوا الیھا وترکوک قائماً بعض لوگ غلطی سے بعض

حدیثوں کی بناء پر

یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ خطبہ پڑھا رہے تھے۔ کہ بازار میں بعض تاجر غلہ وغیرہ لے کر آئے صحابہ کو معلوم ہوا تو وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر چلے گئے۔ اور غلہ خریدنے لگ گئے۔ یہ حدیث ایسی عجیب قسم کی ہے۔ کہ جن الفاظ میں بیان کی جاتی ہے ان میں میں اسے صحیح ماننے کے لئے تیار نہیں۔ ممکن ہے۔

چند کمزور ایمان کے لوگ

کسی وقت اٹھ کر چلے گئے ہوں۔ مگر یہ ماننا کہ آپ خطبہ کر رہے ہوں۔ اور آپکو چھوڑ کر اکثر صحابہ بھاگ گئے ہوں۔ اس نظارہ کا خیال بھی میرے

دل پر لرزہ

طاری کر دیتا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس شکل میں اس روایت کو کوئی مسلمان ماننے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔ مدینہ تو سارا مسلمانوں کا ہی شہر تھا۔ وہاں منڈی میں غلہ کس نے خریدنا تھا۔ کہ تمام مسلمان خطبہ میں سے اٹھ آئے۔ جب تمام مسلمان اس وقت مسجد میں موجود تھے۔ اور

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ

سن رہے تھے۔ تو غلہ کس نے خریدنا تھا۔ کیا دیواروں اور دروازوں نے۔ اسی جگہ مثلاً قادیان کے بازار میں اگر

تجارت کا مال

لایا جائے تو جو خریدنے والے ہوں گے۔ وہ تو یہاں بیٹھے ہوں گے۔ انہیں دوڑ کر جانے کی کیا ضرورت ہے۔ ہاں ممکن ہے مسلمان تاجروں کے دل میں یہ خیال پیدا ہو۔ کہ ہندو تاجر خرید لیں گے۔ اسی طرح وہاں بھی چند مسلمان تاجروں کے دل میں یہ خیال ہو سکتا تھا۔ کہ یہودی تاجر مال تجارت کہیں خرید نہ لیں۔ مگر اس صورت میں بھی زیادہ سے زیادہ دس بیس تاجر مسجد سے جا سکتے تھے۔ مگر اکثر صحابہ کیوں بھاگ گئے سب کے سب صحابہ تو اس قسم کی تجارت نہیں کیا کرتے تھے۔ پس یہ بالکل

خلافِ عقل بات

ہے کہ تسلیم کیا جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے خطبہ پڑھا رہے ہوں اور اکثر مسلمان بھاگ گئے ہوں۔ ممکن ہے دو تین آدمی اٹھ کر چلے گئے ہوں۔ اور کسی نے دوسرے کے پاس یہ بات بیان کی ہو۔ تو سننے والے نے یہ سمجھا ہو کہ اکثر ہی چلے آئے تھے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اکیلی رہ گئی تھی۔ بہرحال صحابہ کے متعلق اس قسم کا خیال کرنا درست نہیں۔ کیونکہ وہ تو اس پایہ کے انسان تھے کہ اگر انہیں کہا جاتا بیٹھ جاؤ۔ تو ان میں سے سننے والا گلی میں ہی بیٹھ جاتا۔ پھر صحابہ وہ

قربانی کرنے والے انسان

تھے۔ کہ حضرت ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سننے کا اس قدر شوق تھا کہ میں گھر نہ جاتا اور مسجد میں ہی بیٹھا رہتا۔ یہاں تک کہ

سات سات دن کے فاقے

ہو جاتے۔ میں خیال کرتا کہ اگر میں روٹی کھانے گیا تو ممکن ہے میرے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں آکر کوئی بات کریں۔ اور میں وہ سننے سے محروم رہ جاؤں۔ پس صحابہ تو ایسی قربانی کرنے والے انسان تھے۔ کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سننے کے اشتیاق میں سات سات دن کا فاقہ برداشت کر لیتے۔ پھر ان کے متعلق کس طرح باور کیا جا سکتا ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو منبر پر کھڑے وعظ فرما رہے ہوں۔ اور وہ بھاگ کر بازار میں مال خریدنے چلے گئے ہوں۔ پس اس جگہ یہ مراد نہیں جو عام طور پر سمجھی جاتی ہے۔ بلکہ ترکوک میں ک سے مراد

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی وجود ہے

اور یہ آئندہ زمانہ کے متعلق پیشگوئی ہے۔ کہ واذا راوا تجارۃً اولھوا انفضوا الیھا وترکوک قائما غرض ان الفاظ میں یہ پیشگوئی مخفی ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے۔ جب کہ تیری قوم بگڑ جائیگی بگڑتے بگڑتے ایسی حالت تک پہنچ جائے گی۔ کہ کچھ حصہ اس کا دنیا کی تجارت کی طرف جھک جائیگا۔ یعنی وہ اپنا

مقصدِ حیات صرف دنیا کمانا

قرار دے لیگا۔ اور کچھ حصہ ایسا ہو گا۔ جو لہو یعنی سستی اور غفلت میں مبتلا ہو جائے گا۔ گویا ایک حصہ عمل بد کی وجہ سے تجھے چھوڑ بیٹھے گا۔ اور ایک حصہ غفلت سستی اور بے عملی کی وجہ سے تجھے چھوڑ دے گا۔ کیونکہ دین کے مقابلہ میں تجارت کا لفظ بدعملی پر دلالت کرتا ہے۔ اور لھواً کا لفظ بے عملی پر دلالت کرتا ہے۔ لھو تو یہ ہے کہ سیر تماشا اور ہنسی مذاق کی باتوں میں اپنا وقت کھویا جائے اور تجارت کے معنے بدعمل کے ہیں۔ یعنی دین کی بجائے دنیا کے کاموں میں اپنا وقت گذارا جائے۔ پس فرمایا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے۔ جب کہ تیری امت بگڑتے بگڑتے

بدعملی اور بے عملی

کی وجہ سے تجھے چھوڑ بیٹھے گی۔ انفضّ کے معنی انکسر کے بھی ہیں یعنی وہ تجھ سے قطع تعلق کرے گی۔ وترکوک قائما۔ اور تو اکیلا رہ جائے گا کوئی دین کو پوچھنے والا نہ رہیگا۔ یہ وہی امر ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شعر میں بیان فرمایا کہ ؎

ہر طرف کفر است جوشاں، ہمچو افواج یزید
دین حق بیمار و بیکس، ہمچو زین العابدین

یعنی

کفر کی طاقتیں

یزید کی فوج کی طرح احاطہ کئے ہوئے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین زین العابدین کی طرح اکیلا ہے جسے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ پس اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم دین اسلام پر ایک ایسا وقت آنے والا ہے۔ جب کہ تو اکیلا رہ جائیگا اور لوگ یا تو دنیا کے کاموں میں مشغول ہو جائیں گے یا نکمے ہو کر

عیاشیوں میں مبتلا

ہو جائیں گے۔ دین کی طرف ان کی کوئی توجہ نہیں رہے گی موجودہ زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ مسلمانوں پر یہ علامت بالکل چسپاں ہو رہی ہے۔ ان میں امراء ہیں روپیہ ہے دولت ہے۔ وقت ہے۔ لیکن وہ اپنی ساری طاقتیں دنیا کمانے پر صرف کر رہے ہیں۔ اور ایک حصہ ایسا بھی ہے۔ جو بے عمل ہے اور غفلت اور سستی سے اپنی طاقتوں کو تباہ کر رہا ہے یہی اس آیت میں بتایا گیا تھا۔ کہ اذا راوا تجارۃً اولھوا انفضوا الیھا وترکوک قائما۔ کہ جب وہ تجارت اور لہو دیکھیں گے۔ اس کی طرف جھک جائیں گے۔ اور تجھے اکیلا چھوڑ دیں گے۔ لھو کا لفظ بھی اس جگہ تجارت کے ساتھ بڑھانا بتاتا ہے کہ اس کا اس حدیث سے کوئی تعلق نہیں جو بیان کی جاتی ہے۔ کیونکہ حدیثوں میں یہ کہیں ذکر نہیں آتا۔ کہ وہاں کوئی تماشا بھی آیا ہوا تھا جسے دیکھنے کے لئے صحابہ رضؓ چلے گئے۔ اگر حدیث کے بیان کردہ واقعہ میں اسی آیت کا ذکر ہوتا تو چاہیئے تھا۔ کہ وہاں یہ بھی ذکر ہوتا کہ وہاں تجارت کے ساتھ لہو کا بھی کوئی سامان تھا۔ لیکن حدیثوں میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ بلکہ اس کو حل کرنے کے لئے یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ لوگ

وحیہ کلبی کو دیکھنے

چلے گئے تھے۔ یا یہ کہ قافلہ کے ساتھ کی دفوں کو سننے حالانکہ دفیں تو مدینہ کے گھر گھر میں ہوتی تھیں۔ وہ کونسا تماشہ تھا۔ وہ تو اس زمانہ کے

جنگی طبل کا قائم مقام

تھا۔ پس صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت پر زبردستی واقعہ کو چسپاں کرنے کے لئے بات بنائی گئی ہے۔ پس صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ یہ مسلمانوں کی آئندہ زندگی کے متعلق پیشگوئی تھی۔ یعنی یہ بتایا گیا تھا کہ مسلمان نکمے ہو جائینگے ان کا ایک حصہ کام نہیں کرے گا۔ اور جو حصہ کام کرنے والا ہو گا وہ دین کو چھوڑ کر

دنیا کے کاموں میں مشغول

ہو جائیگا۔ ایسی حالت میں تو اکیلا رہ جائیگا اور کوئی اسلام کا غمگسار نہ ہو گا۔ قل ما عند اللہ خیر من اللھو ومن التجارۃ۔ یہ خطاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز مسیح موعود سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے بروز محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو لوگوں سے کہہ ما عند اللہ خیر من اللھو ومن التجارۃ

دین کو دنیا پر مقدم کرو

(یہ بالکل اس آیت کا ترجمہ ہے کہ قل ما عند اللہ خیر من اللھو ومن التجارۃ) اور یاد رکھو۔ کہ جو اللہ کے پاس ہے وہ تجارت اور لہو سے بہت زیادہ بہتر ہے۔ اگر تم اپنی سستیاں چھوڑ دو۔ قربانیاں کرو۔ اور دین کی اشاعت کا کام اپنے ذمہ لو تو یہ تمہارے لئے بہت زیادہ بہتر ہے پس اے پروفیسرو۔ اے ڈاکٹرو۔ اے وکیلو اے سرکاری ملازمو اے تاجرو اے صناعو اور اے ہر قسم کا پیشہ کرنیوالو اگر تم چاہتے کہ تم

خدا تعالیٰ کی برکت

حاصل کرو تو آؤ دین کے کام میں لگ جاؤ اور اشاعت اسلام کے لئے اپنی زندگیوں کو وقف کر دو۔ واللہ خیر الرازقین اور یہ مت خیال کرو کہ اگر تم دین کے لئے اپنا مال خرچ کر دو گے۔ دین کے لئے اپنی جانیں قربان کرو گے۔ اور دین کے لئے اپنا وقت دو گے تو تمہیں اس سے نقصان ہو گا۔ بلکہ یاد رکھو واللہ خیر الرازقین جب اس طرح مال خرچ کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہیں دنیا کا بادشاہ بنا دے گا۔ دولت تمہارے قدموں میں

عبد الرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا۔ اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر:۔ غلام نبی